

ابو بکر رازی کی۔ تیسرے یہ کہ نفس حادث اور مخلوق ہے۔ یہ رائے ہندوؤں، عیسائیوں، یونانیوں میں سے ارسطو اور اکثر مسلمان علماء و حکماء کی ہے۔ غزالی بھی ابن سینا کے تتبع میں نفس کو حادث مانتے ہیں<sup>(۲۰)</sup> اور خصوصاً قرآن کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتَ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوزًا لَهٗ سَاجِدِينَ﴾ (الحجر: ۱۵: ۲۹) یعنی ”جب میں اسے صورتِ انسانیہ میں درست کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا“۔ یہاں جسم کے ایک خاص کمالِ مطلوب تک پہنچنے کے بعد اس میں نفعِ روح، نفس کے حادث ہونے کی واضح دلیل ہے۔ علماء اسلام اس کے علاوہ بھی دیگر بہت سی آیات اور احادیث سے حدوٹِ نفس پر استدلال کرتے ہیں۔<sup>(۲۱)</sup>

رہا یہ سوال کہ نفس، بدن سے پہلے حادث ہوا یا بعد میں؟ تو اس بارے میں غزالی کی رائے یہ ہے کہ نفس بدن کے بعد حادث ہوا۔ بلکہ اُس وقت حادث ہوا جب بدن کمال کے ایک خاص معیار تک پہنچ گیا اور اس میں قبولِ نفس کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر نفس ایک بدنِ معین کے لئے مختص ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مادے کی ایک خاص استعداد ہوتی ہے، لہذا حدوٹِ نفس کے لئے یہ کافی نہیں کہ اس کے لئے ایک خاص بدن ہو جس میں وہ حادث ہو، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بدن کمال کے ایک خاص مرحلے تک پہنچے تاکہ اس میں قبولِ نفس کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔<sup>(۲۲)</sup>

### نفس مادی ہے یا روحانی؟

امام غزالی نفس کی روحانیت کے قائل ہیں اور اس کے لئے ان کا استدلال یہ ہے کہ نفس محلِ معقولات ہے، قوتِ تجرید رکھتا ہے، اس میں بلا واسطہ ادراکِ ذات کی صلاحیت ہے، یہ بدن کے تابع نہیں، بدن تغیر پذیر ہے جبکہ نفس ایسا نہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نفس کی جو خصوصیات ہیں وہ بدن کی خصوصیات ہو ہی نہیں سکتیں۔ نیز وہ اپنی اس رائے کے حق میں اخلاقی اور شرعی دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔<sup>(۲۳)</sup>

وہ کہتے ہیں کہ نفس نہ جسم ہے نہ عرض، نہ اس کے لئے حرکت تسلیم کی جاسکتی ہے نہ سکون اور نہ رنگ و ذائقہ اور نطول و عرض، البتہ اس کے لئے علم، قدرت، حیا اور ارادہ وغیرہ کو تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ وہ افلاطون اور اپنے پیش رو مسلمان فلاسفہ ابن سینا

فارابی اور کندی کی طرح یہ سمجھتے ہیں کہ نفس ایک جوہر ہے قائم بذاتہ، جو متعلق بالبدن ہے اور یہ تعلق تصرف و تدبیر کا ہے نہ کہ حلول کا۔

### بقاء و فناء نفس

موت کے وقت بدن کے ساتھ کیا نفس بھی فانی ہو جاتا ہے؟ اس بارے میں قدیم ادیان و فلاسفہ میں بھی اختلاف ہے۔ ارسطو فناء نفس جبکہ افلاطون خلود نفس کا قائل ہے۔ انہی کے تتبع میں مسلم حکماء میں سے الفارابی اور ابن رشد کا رجحان فناء نفس کی طرف جب کہ کندی، ابن سینا اور غزالی کا رجحان بقاء نفس کی طرف ہے۔ غزالی نے خلود نفس کے حق میں نہ صرف عقلی دلیلیں دی ہیں بلکہ ان کے نزدیک قرآن و سنت سے بھی اس نقطہ نظر کا اثبات ہوتا ہے۔

اس بارے میں غزالی کے عقلی استدلال کا خلاصہ یہ ہے: (۲۴)

- (۱) نفس بدن کا حصہ (جزء لا یتجزی) نہیں، بلکہ وہ بدن سے الگ جوہر قائم بذاتہ ہے، لہذا جسم کے ساتھ فنا نہیں ہو سکتا۔
- (۲) نفس میں فناء کی علت و صلاحیت موجود ہی نہیں۔
- (۳) نفس چونکہ بسیط ہے جسم مرکب نہیں، لہذا اس میں قوت فساد موجود ہی نہیں۔
- (۴) نفس کی طبیعت روحانی ہے مادی اور بدنی نہیں، کیونکہ وہ عالم امر سے ہے اور بدن کے ساتھ اس کا تعلق تدبیر و تصرف کا ہے۔
- (۵) انسانی خواب اس امر کا ثبوت ہے کہ نفس سوتے وقت بدن سے الگ ہو جاتا ہے اور عالم علوی سے مرتبط ہو جاتا ہے اور روایئے صادقہ کا سبب بنتا ہے۔

جہاں تک شرعی دلائل کا تعلق ہے تو غزالی کئی قرآنی آیات، مثلاً:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ...﴾ (۲۵)

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ.....﴾ (۲۶)

اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے بعد صحابہؓ سے خطاب کیا تھا جس پر صحابہؓ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ یہ تو مردے ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ تم سے بھی بہتر سنتے ہیں، لیکن جو اب نہیں

دے سکتے۔ (۲۷)

نفس کی ماہیت اور نوعیت پر غزالی کی آراء جان لینے کے بعد اب ہم اس بحث کے دوسرے مرحلے یعنی احوال نفس یا فعلیت نفس کے بارے میں غزالی کی آراء سے استفادہ کریں گے، لیکن یہ موضوع چونکہ بہت وسیع ہے لہذا ہم اس بحث کو تزکیہ نفس یعنی تعمیر شخصیت اور علاج شخصیت کے قریب رکھنے کی کوشش کریں گے۔

## ○ تعمیر شخصیت

تعمیر شخصیت کے عنوان سے ہم یہاں اس امر پر غور کرنا چاہتے ہیں کہ غزالی کے نزدیک انسانی شخصیت کیسے بنتی اور وجود میں آتی ہے اور کیوں کر اس میں حسن و قبح کے رنگ آتے ہیں اور یہ کہ متوازن شخصیت کیا ہوتی ہے؟

اس بحث کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ غزالی واقع نفسیہ کو تین انواع میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک الحیاء النزوعیۃ یعنی نشاطِ حرکی (جبتیں اور محرکات)؛ دوسرے الحیاء الوجدانیۃ یعنی نشاطِ وجدانی (جذبات و میلانات) اور تیسرے الحیاء الادراکیۃ یعنی نشاطِ عقلی (عقل و ادراک)۔ نفسیاتی اصطلاح میں انہیں قوتِ محرکہ اور مدد کہہ جا سکتا ہے۔ ان تینوں فعلیتوں یا نشاطات کے نتیجے میں انسانی افعال وجود میں آتے ہیں۔ ان افعال کی تکرار سے عادتیں بنتی ہیں اور عادات کے نتیجے میں شخصیت کوئی ڈھب اختیار کرتی ہے۔

### ۱۔ نشاطِ حرکی :

نشاطِ حرکی میں جو چیز اہم ہے وہ محرکات و میلانات ہیں۔ محرکات کی اصل جبتیں ہیں جن میں سرفرست کھانے اور جنس کی جبلت ہے۔ (غزالی ان دو جبتوں کو اپنے عہد کی اصطلاح کے مطابق قوتہ شہوۃ یا شہویہ کہتے ہیں)۔ میلانات میں اہم غلبہ، ملکیت اور مل کر رہنے کے میلانات ہیں۔ محرکات کی اہمیت یہ ہے کہ زندگی کی ساری رنگینی، بلکہ بقاء کا انحصار محرکات پر ہے اور ان کی عدم موجودگی میں زندگی کا استمرار ممکن ہی نہیں، مثلاً ایک مریض دیکھتا ہے کہ کھانا موجود ہے، عقلاً وہ جانتا ہے کہ کھانا اسے تقویت دے گا، اس کے ہاتھ موجود ہیں جو لقمہ اٹھا کر منہ تک لے جا سکتے ہیں، لیکن وہ یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیتا ہے کہ ”مجھے بھوک نہیں“۔ بلکہ صحت مند آدمی کو بھی اگر بھوک نہ لگے تو وہ

## انواع محرکات :

آج کل محرکات اساسی اور ثانوی یا فطری اور مکتسب ہونے کے حوالے سے زیر بحث آتے ہیں۔ اساسی اور فطری محرکات وہ ہیں جنہیں انسان فطری اور موروثی طور پر اپنی پیدائش کے وقت ساتھ لے کر پیدا ہوتا ہے جس سے اصلاً غرض فرد اور اس کی نوع کی بقا ہے۔ ثانوی یا مکتسب محرکات وہ ہیں جو انسان اس دنیا میں آکر علم، تجربے اور تربیت سے سیکھتا ہے، گو ان کی فطری اساس بھی موجود ہوتی ہے۔ اس تقسیم کی بجائے غزالی کے ہاں محرکات کی اپنی کئی تقسیمیں ہیں۔ انسانی طبیعت اور فطرت کے لحاظ سے وہ انہیں بہیمیہ، سبعیہ، شیطانیہ اور رہبانیہ میں تقسیم کرتے ہیں۔ بہیمیہ سے مراد جانوروں جیسے میلانات ہیں، مثلاً جیسے معدے اور جنس کی بھوک مٹانا۔ اس سے جو استعدادات اور اخلاقی عادات بنتی ہیں وہ ہیں بے حیائی، خباث، فضول خرچی، بخل، فحش گوئی، حرص و بلا لچ اور خوشامد وغیرہ۔ سبعیہ سے مراد درندوں جیسے میلانات ہیں، مثلاً بغض و عداوت وغیرہ۔ اس سے غصہ، غلبہ اور استحصال جیسی عادتیں بنتی ہیں۔ شیطانیہ سے مراد وہ میلانات ہیں جو بہیمیہ اور سبعیہ کے یکجا ہونے سے بنیں، جن سے حیلہ، مکر، فریب اور دغا بازی جیسے اخلاق پروان چڑھتے ہیں۔ رہبانیہ سے مراد وہ میلانات ہیں جن کے مطابق انسان اپنے اندر الوہی صفات کا طلبگار بنے، جیسے کبر، فخر، مدح پسندی، حب جاہ اور حب بقاء و دوام اور اس کے ساتھ ہی حب علم و حکمت اور یقین۔ (۲۹)

غزالی کے نزدیک انسانی محرکات کی ایک تقسیم اس کی بقا کے حوالے سے ہے۔ جس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) میلانات فردیہ، جن پر انسانی بقا کا انحصار ہے، یعنی طعام اور جنس اور اس سے متفرع ہونے والے دوسرے میلانات، جیسے حب دنیا، حب جاہ اور حب ملکیت (۲) میلانات اجتماعیہ، جیسے خاندان، قبیلہ اور معاشرہ میں مل جل کر رہنا۔ یہ میلانات بقا فرد کے بنیادی میلان کے بعد دوسرے نمبر پر آتے ہیں۔ (۳) میلانات عالیہ جن میں حب خیر، علم، جمالیات اور دینی حقائق وغیرہ شامل ہیں جو زندگی میں حسن اور کمال کا لوازمہ ہیں۔ (۳۰)

محرکات کی ایک تقسیم غزالی نے ان کے اہداف و مقام کے لحاظ سے کی ہے اور

محرمات کو دو قسموں میں شمار کیا ہے۔ ایک وہ جو باعث امور دینیہ ہیں اور دوسرے وہ جو سبب "ہوئی" ہیں۔ اس تقسیم کا باعث غزالی کا یہ نظریہ ہے کہ انسانی سرشت میں بیک وقت دو رجحانات موجود ہوتے ہیں، ایک وہ جو حیوانی ہوتے ہیں اور ان پر عمل انسان کو حیوانیت سے قریب لے جاتا ہے اور دوسرے وہ جو ملکی ہوتے ہیں اور جن پر عمل انسان کو اللہ کے قریب کر دیتا ہے۔ غزالی کا کہنا ہے کہ اول الذکر میلانات انسان کو حیاتِ صالحہ اور طاعات پر اکساتے ہیں اور ان کا سبب عقل کا صحیح استعمال ہے۔ یہ انسان کے اندر خوف ورجاء اور دیگر اخلاقی حسنہ مثلاً شکر، صبر، توکل، محبت وغیرہ ابھارتے ہیں۔ ہوئی ان سب چیزوں کے برعکس قوتِ شہوۃ و غضب کی عکاس ہے، جسے ہم نفسِ امارہ بھی کہہ سکتے ہیں اور جس میں سارے حظوظ دنیا شامل ہیں۔ قرآن میں ان کی تعداد کہیں سات ہے ﴿ زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ﴾ (۳۱) کہیں پانچ ﴿ إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ وَزِينَتُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ وَتَكَاثُرُهُمْ وَالْأَمْوَالُ وَالْأَوْلَادُ ﴾ (۳۲) کہیں دو ﴿ إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ ﴾ (۳۳) اور کہیں اسے محض ایک یعنی ہوئی کے جامع لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے ﴿ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى ﴾ (۳۴) جسے ہم حب دنیا بھی کہہ سکتے ہیں اور جس میں حب طعام و جنس اور تمکک کے علاوہ ہر قسم کی فانی شہوات و لذات شامل ہیں۔ (۳۵)

### جبلی تقاضے اور تعمیر شخصیت :

یہاں اہم سوال یہ ہے کہ مذکورہ جبلی تقاضوں کو کس طرح پورا کیا جائے کہ وہ تعمیر شخصیت میں معاون ہوں؟ غزالی کی رائے یہ ہے کہ جبلی تقاضوں کو ہر قیمت پر پورا کرنا یا ان تقاضوں کی نفی کرنا یہ دونوں طریقے غلط، نقصان دہ اور انتہا پسندی پر مبنی ہیں، کیونکہ پہلے طریقے پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان، حیوان بن جائے اور دوسرے طریقے پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتہ بننے کی کوشش کرے۔ حالانکہ اصلانہ وہ حیوان ہے اور نہ فرشتہ، بلکہ انسان ہے، کیونکہ اللہ نے اسے علم، ارادے اور اختیار سے نوازا ہے جن سے کہ حیوانات اور فرشتے دونوں محروم ہیں۔ لہذا اس کی بہتری اس میں ہے کہ نہ وہ ان جبلی تقاضوں کو ہر قیمت پر پورا کرے کہ ان کا غلام بن جائے اور نہ نفس کشی کے

راستے پر چل پڑے کہ ان کو پورا کرنے سے انکار کر دے، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ ضبط سے کام لے اور افراط و تفریط کے درمیان اعتدال کا راستہ اختیار کرے۔

وہ کہتے ہیں کہ انسان جب تک زندہ ہے یہ جبلی تقاضے تو اس کے ساتھ لگے رہیں گے۔ (۳۶) ان سے تو پیغمبر بھی پاک نہیں تھے چہ جائیکہ کوئی دوسرا انسان۔ (۳۷) اللہ ان کی نفی کرنے کی بجائے ان کو کمزور کرنا چاہیے تاکہ انسان ان پر غالب آجائے (نہ کہ وہ اس پر غالب آجائیں)۔ اور آخرت کی کامیابی کے راستے پر چلتے ہوئے ان سے کام لے۔ ان تقاضوں کے پورا کرنے پر جسم کی بقاء اور صحت کا دار و مدار ہے اور آخرت کی کامیابی کا دار و مدار بھی اس پر ہے کہ جسم قوی اور معتدل رہے تاکہ آخرت کے سفر میں انسان کے کام آئے (۳۸) جس کا زاویہ راہ صحیح علم و عمل اور جس کی منزل وصول الی اللہ ہے۔ غزالی کہتے ہیں کہ وصول الی اللہ کا عظیم ہدف ہر وقت انسان کے سامنے رہنا چاہیے تاکہ اسے احساس رہے کہ کھانے اور جنس کی جبلت اللہ نے اس لئے اس کے اندر نہیں رکھی کہ وہ جانوروں کی طرح محض لذت حاصل کرے، بلکہ اس لئے رکھی کہ کھا کر وہ قوت حاصل کرے جو عبادات و طاعات میں اس کے کام آئے اور نکاح کرے تاکہ نہ صرف نسل انسانی کا سلسلہ جاری رہے بلکہ اسے پاک دامنی اور صالح معاشرت بھی میسر آئے۔ (۳۹)

خلاصہ یہ کہ غزالی کی رائے ہے کہ جبلی تقاضوں کو دبانے یا ان کی نفی کرنے کی بجائے ضبط سے کام لے کر انہیں کمزور اور معتدل بنایا جائے تاکہ انسان دنیوی اور اخروی ترقی میں ان سے مدد لے نہ کہ ان کا غلام بن کر رہ جائے (اگرچہ بعض اوقات اپنی صوفیانہ تحریروں میں وہ اس توازن کو کھوتے محسوس ہوتے ہیں اور ان محرکات کی مذمت کرنے میں شدت برتتے ہیں۔ اس کی وجہ صوفیانہ اثرات کی شدت کے علاوہ غالباً یہ بھی ہے کہ تربیت کے نقطہ نظر سے وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اگر یہ جبلی تقاضے غلط طریقے سے انسانی شخصیت پر حاوی ہو جائیں تو ان کے دفعیہ اور تدارک کے لئے ان کو پوری قوت اور شدت سے مخالف سمت میں دھکیلنا پڑے گا ورنہ یہ انسان کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے)۔ اس کا طریقہ ان کے نزدیک مجاہدہ نفس ہے تاکہ حیوانی تقاضے کمزور پڑ جائیں اور ملکی یا روحانی تقاضے زور پکڑ جائیں۔ یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ حیوانی تقاضوں اور طاقتوں کو اعلیٰ مقاصد اور ارفع اقدار میں تبدیل کر دیا جائے۔ مجاہدہ نفس کے ذریعے یہ

مقصد کیسے حاصل کیا جائے؟ غزالی کے نزدیک اس کے چار طریقے ہیں : ایک ارادے کی تقویت، دوسرے اعمال صالحہ بجالانا اور ان کو پختہ عادات بنالینا، تیسرے فارغ اوقات کو جائز اور مفید کاموں میں صرف کرنا اور چوتھے عبادات، جن کا صحیح طریقے سے بجالانا قلب کی اصلاح کے لئے اکسیر کا کام دیتا ہے۔ (۴۰)

### نشاط و جدانی :

انسانی افعال کے نتیجے میں انسان یا تو خوش ہوتا ہے یا ناخوش، اسے یا تو لذت ملتی ہے یا الم۔ اس قسم کے تاثرات اور رد و افعال کو انفعالات کہا جاتا ہے جیسے خوف اور غصہ۔ اس طرح ان افعال کا محرک یا تو محبت اور شوق ہوتا ہے یا نفرت و حقارت، جنہیں عواطف یا جذبات کہا جاتا ہے۔ (مسلم فلاسفہ و ماہرین علم النفس عواطف کی بجائے عموماً عشق، ہوئی یا میول کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔) انسان کی حیات و جدانی انہی انفعالات و عواطف کے مجموعے کا نام ہے۔ غزالی اسے عموماً قوتِ غضبیہ کا نام دیتے ہیں۔

### ○ انفعالات

خالص فنی لحاظ سے دیکھا جائے تو خوشی اور سرور بھی انفعالات ہیں لیکن علماء نفس عموماً خوف و غضب اور قلق کو انفعال کہتے ہیں جن کا نتیجہ اضطراب اور اختلال ہوتا ہے۔ نفس انسانی کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس اضطراب کا مقابلہ کرے اور اسے کنٹرول کرنے کی کوشش کرے تاکہ انسانی سلوک (behaviour) میں اختلال واقع نہ ہو۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو انفعالات بھی بھوک اور پیاس جیسے جسمانی محرکات کی طرح اہم محرک ہیں جو انسانی سلوک پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

### عناصر انفعال :

انفعال کا انحصار تین عناصر پر ہوتا ہے۔ ایک مؤثر یا مہج دوسرے انسان کی نفسیاتی، عقلی اور شعوری کیفیت اور تیسرے وہ رد عمل جو ظہور پذیر ہوتا ہے۔ مؤثر یا مہج خارجی بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے کسی درندے یا سانپ پر نظر پڑ جانا اور داخلی بھی ہوتا ہے۔ جیسے کسی مالی یا بدنی نقصان کا اندیشہ اور خوف۔ اپنے اثرات کے لحاظ سے مؤثر یا مہج کے شدید یا نرم ہونے کا انحصار اس امر پر ہوتا ہے کہ وہ انسانی زندگی کی بقا پر کس حد تک اثر انداز

ہوتا ہے۔ چنانچہ انسان عام طور پر اس وقت غضب یا خوف کا شکار ہوتا ہے جب معاملہ اس کی روزی، رہائش اور سلامتی سے متعلق ہو۔<sup>(۴۱)</sup> جہاں تک مسج کے رد عمل کا تعلق ہے تو اس کا انحصار بڑی حد تک انسان کی تعلیم و تربیت اور ماحول و معاشرے پر ہے۔ مثلاً کوئی شخص اگر کسی ایسے معاشرے میں رہتا ہو جہاں اظہارِ غضب اور انتقام لینے کو شجاعت اور مردانگی سمجھا جاتا ہو تو لامحالہ وہ غضب کے اس رد عمل سے متاثر ہو گا۔<sup>(۴۲)</sup> اسی طرح غصہ اگر کسی ایسے مقتدر اور بااثر شخص کے خلاف آئے جس پر آدمی اظہارِ غضب نہ کر سکے یا انتقام نہ لے سکے تو اس کے نتیجے میں فرسٹریشن (frustration) پیدا ہوتی ہے، دورانِ خون سُت پڑ جاتا ہے اور آدمی کارنگ پیلا پڑ جاتا ہے۔ اس کے برعکس غصہ اگر ایسے آدمی کے خلاف آئے جس پر آدمی اظہارِ غصہ کر سکتا ہو اور اس سے انتقام پر قادر ہو تو اس غصے کے نتیجے میں دورانِ خون تیز ہو جاتا ہے اور آدمی لال بھبھو کا ہو جاتا ہے۔<sup>(۴۳)</sup>

### انسانی رویے پر انفعال کے اثرات :

انفعال سے جسم، عقل اور بحیثیت مجموعی انسانی رویہ اور سلوک شدید طور پر متاثر ہوتے ہیں، مثلاً شدید غصے کی حالت میں آدمی کارنگ بدل جاتا ہے، بعض لوگ شدتِ غضب سے کانپنے لگتے ہیں، آدمی کو اپنی گفتگو اور حرکات پر قابو نہیں رہتا، منہ میں جھاگ آ جاتا ہے، گلے کی رگیں پھول جاتی ہیں، چہرہ لال بھبھو کا ہو جاتا ہے وغیرہ۔ اسی طرح شدید غصے کی حالت میں عقل ماؤف ہو جاتی ہے اور ذہن کام نہیں کرتا اور آدمی متوازن فیصلہ کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔ کیونکہ عقل و فکر کا محل دماغ ہے اور غصے کی حالت میں دل خون کی اتنی زیادہ مقدار دماغ کو بھیجتا ہے کہ اس کی کارکردگی میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور انسان متوازن طریقے سے سوچنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ غزالی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عاملوں کو خط لکھ کر نصیحت کی تھی کہ وہ غصے کی حالت میں کبھی فیصلہ نہ کریں اور نہ کسی کو سزا دیں۔ بلکہ جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو پھر فیصلہ کریں۔<sup>(۴۴)</sup> جہاں تک انفعالات کے انسانی رویے پر اثر انداز ہونے کا تعلق ہے تو امام غزالی کا موقف یہ ہے کہ انفعالات کا متوازن رد عمل انسانی زندگی کی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ اگر کسی انسان پر کوئی شخص یا جانور حملہ کر دے تو اس وقت اُس کا غصے میں



آنا اور اپنی بدافعت کرنا فطری اور صحیح رو عمل ہے۔ اور ایسا نہ کرنا نہ صرف سبب ضیاعِ زندگی ہے، بلکہ غیر فطری ہے۔ چنانچہ وہ امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں کہ جسے غصے کے جائز محل پر بھی غصہ نہیں آتا وہ انسان نہیں حیوان ہے اور بے حمیت ہے، جو ظاہر ہے کہ نقص اور عیب کی بات ہے۔ (۳۵)

انسانی رویے پر انفعالات کے اثر انداز ہونے کے حوالے سے غزالی کہتے ہیں کہ اس کا انحصار انفعال کی شدت سے ہے، وہ معتدل بھی ہو سکتا ہے اور افراط و تفریط پر مبنی بھی۔ انفعال کے افراط کو وہ مضر قرار دیتے ہیں خواہ بظاہر وہ کتنا ضروری، مطلوب اور مقدس ہی کیوں نہ ہو، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ خوفِ خدا بھی اگر حد سے بڑھ جائے تو نقصان دہ ہے اور اس سے انسانی رویہ غیر متوازن ہو جائے گا۔ خوف کی کثرت لامحالہ یاس اور قنوطیت کو جنم دیتی ہے، عمل میں رکاوٹ بنتی ہے، جسمانی کمزوری اور مرض کا سبب بنتی ہے، دہشت اور زوالِ عقل کا موجب ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے موت تک واقع ہو سکتی ہے۔ اسی طرح وقتی اور غیر دیرپا خوف کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ ایسا خوف انسانی سلوک پر مستقل نوعیت کے اچھے اثرات پیدا نہیں کرتا، مثلاً اچھا اور مؤثر وعظ سنا تو خوفِ خدا سے رونا آگیا۔ لیکن بعد میں وہی غفلت چھا گئی اور انسان خدا سے غافل ہو کر اس کے احکام کی نافرمانی میں لگ گیا۔ غزالی کے نزدیک خوفِ خدا کا صحیح روپ یہ ہے کہ وہ افراط و تفریط پر مبنی نہ ہو، بلکہ معتدل اور مثبت ہو، جو انسان کو عمل پر ابھارے، طاعات پر اکسائے، معاصی سے روکے، ماضی کی کوتاہیوں کی تلافی کرے اور اس کے مستقبل کو سنوارے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ سے صحیح ڈرنے والا وہ نہیں جس کی آنکھیں روئیں، بلکہ وہ ہے جو ترکِ معصیت پر قادر ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ خوفِ خدا کا معتدل اور مثبت مسج انسان کو ایک طرف شہوات و لذات اور تکبر و حسد و نفرت وغیرہ پر کنٹرول سکھاتا ہے تو دوسری طرف انسان میں ذکر و فکر، عبادات اور تقویٰ کے رجحانات کو فروغ دیتا ہے۔ (۳۶)

### علاجِ انفعالات :

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان انفعالات کا علاج ممکن ہے؟ غزالی کا موقف اس معاملے میں اعتدال پر مبنی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ رویہ بھی غلط ہے کہ انفعالات سرے سے ہی ختم ہو جائیں، کیونکہ یہ انسانی فطرت اور حکمتِ تخلیق ہی کے خلاف ہے۔

اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ انفعالات میں کوئی تبدیلی لائی ہی نہیں جاسکتی۔ اس کے برعکس ان کی رائے یہ ہے کہ تربیت سے انفعالات کو محدود میں رکھا جاسکتا ہے اور کنٹرول کیا جاسکتا ہے، مثلاً غصے کے علاج کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ اس کا علاج ممکن ہے۔ غصہ آنے سے پہلے اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی غصہ آنے کے اسباب اور اس پر قابو پانے کے طریقے جان لے اور ان پر عمل کرے۔ اگر غصہ آجائے تو اس کے دو علاج ہیں، ایک علمی اور دوسرا عملی۔ علمی علاج یہ ہے کہ :

(۱) انسان ان آیات و احادیث کو ذہن میں لائے جن میں حلم اور غصہ پی جانے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

(۲) انسان اپنے آپ کو اللہ کے عذاب کے خوف سے ڈرائے۔

(۳) انسان اپنے نفس کو سمجھائے کہ اس غصے کا نتیجہ دشمنی اور انتقام ہی تو ہوگا۔

(۴) انسان یہ سوچے کہ غصے کی حالت میں آدمی کی شکل بگڑ کر جانوروں اور درندوں جیسی ہو جاتی ہے اور پاکیزہ چہرے والے اولیاء و صلحاء اور انبیاء حلیم ہوتے ہیں۔

(۵) آدمی یہ سوچے کہ آخر اسے کون سی چیز انتقام پر اکسا کر اس کے وقار کو ملیا میٹ کر رہی ہے۔

(۶) آدمی خود کو سمجھائے کہ اسے غصہ تو ہتک احکام الہیہ پر آنا چاہیے نہ کہ اپنی مرضی کے خلاف امور کے وقوع پر۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو یہ گویا اپنی مرضی کو مرضات اللہ سے اولیٰ قرار دینے کے برابر ہے۔ (۴۷)

جہاں تک غصے کے عملی علاج کا تعلق ہے تو یہ قولی بھی ہے اور فعلی بھی۔ قولی علاج یہ ہے کہ آدمی اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور دوسری آیات کا مسلسل ورد کرے یہاں تک کہ اس کا دھیان غصے سے ہٹ جائے۔ اس سے بھی اگر غصہ رفع نہ ہو تو اگر وہ کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہے تو کھڑا ہو جائے یا لیٹ جائے۔ اسی طرح ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یا غسل کرے تو ان شاء اللہ اس کی غصے والی حالت جاتی رہے گی۔ (۴۸)

اس عملی علاج کی حکمتیں ذرا ذہن میں رہنی چاہئیں۔ تعویذ پڑھنے سے ایک تو اس امر کا استحضار ہو جائے گا کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے لہذا اس سے بچنا چاہیے۔ پھر غصہ ذہن کی ایک خاص بیجانی اور اضطرابی کیفیت کا نام ہے، اگر اس سے دھیان کسی طرح

ہٹ جائے تو یہ کیفیت بدل جائے گی۔ آیات کے مسلسل ورد سے آدمی کا دھیان ان آیات اور ان کے مفہوم کی طرف ہو جاتا ہے اور وہ اس بیجانی کیفیت سے نکل آتا ہے۔ کھڑے ہونے کی صورت میں بیٹھنے اور بیٹھے ہونے کی صورت میں کھڑے ہونے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اس سے جسمانی حالت میں تغیر واقع ہوتا ہے اور انفعال جس قسم کا بھی ہو ایک خاص ذہنی و جسمانی حالت کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر اس حالت سے نکل آیا جائے تو وہ انفعال خود بخود کمزور ہو جائے گا، لہذا غصے کی حالت میں بھی جسمانی پوزیشن بدلنے سے غصے کا کم ہونا قابل فہم ہے۔ بیٹھنے اور لیٹنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ غصے کی وجہ سے جسم میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور دورانِ خون تیز ہو جاتا ہے اور حرارت حرکت سے پیدا ہوتی ہے، لہذا حرکت چھوڑ کر بیٹھ جانا یا لیٹ جانا گویا حرکت کو ترک کر کے امن اور سکون کی طرف لوٹ جانا ہے جس سے دورانِ خون کی تیزی اور دماغ کی طرف خون کا دباؤ کم ہو جائے گا، جس سے غصہ کم ہو گا۔ لیٹ جانے میں ایک اور حکمت بھی پوشیدہ ہے کہ اس سے آدمی کو اپنی اصل اور انتہا یاد آ جاتی ہے کہ وہ مٹی ہی سے پیدا ہوا ہے اور اب مٹی ہی پر لیٹا ہوا ہے اور کل بھی قبر کی مٹی ہی میں جا کر لیٹنا ہے۔ یہ احساس جب بھی شعور کی گرفت میں آئے گا تو اس شخص کا غصہ لامحالہ جاتا رہے گا۔ ٹھنڈے پانی سے وضو اور غسل کرنے میں بھی حکمت پوشیدہ ہے، اور وہ یہ کہ جس طرح جسمانی حالت میں تغیر سے غصہ ٹھنڈا پڑتا ہے اسی طرح باطنی حالت میں تغیر بھی ضروری ہے۔ اور جوں ہی باطنی حالت میں تغیر ہو گا غصہ ٹھنڈا ہونا شروع ہو جائے گا۔ ٹھنڈے پانی سے جسم اور جسمانی اعضاء کو دھونے سے وہ آگ جو شیطان نے لگائی تھی، بجھ جاتی ہے، دورانِ خون ست ہو کر نارمل ہونے لگتا ہے اور دماغ پر بیجان و اضطراب میں کمی واقع ہوتی ہے اور اس طرح غصے کے کم ہونے میں مدد ملتی ہے۔

اس تشریح سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ غزالی کس وقتِ نظر سے نفسی امراض کا جائزہ لیتے اور علاج تجویز کرتے ہیں۔

(جاری ہے)

### مراجع و مصادر

(۱) یہ رائے ابنِ خلکان اور شبلی کی ہے۔

- (۱) علامہ سمعانی نے کتاب الانساب اور فیومی نے مصباح میں اس کا ذکر کیا ہے۔
- (۲) سبکی، طبقات شافعیہ، ۴: ۱۰۷، قاہرہ ۱۳۲۳ھ
- (۳) ابن عساکر تبیین، کتاب المفتی، ص ۲۹۴، ۲۹۵، طبع لائین، تحقیق Mehren
- (۴) شبلی نعمانی، الغزالی، ص ۳۶ و مابعد، طبع اسلامی اکادمی، لاہور
- (۵) عبدالکریم العثمان، سیرۃ الغزالی و اقوال المتقدمین فیہ، ۲۰۲ و مابعد، طبع دار الفکر بدمشق
- (۶) غزالی، احیاء علوم الدین، ۳: ۲۱، عیسیٰ البابی الحلیمی، ۱۳۷۷ھ
- (۷) غزالی، المنقذ من الضلال، اردو ترجمہ از مولانا محمد حنیف ندوی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۳۶، لاہور ۱۹۷۱ء
- (۸) غزالی، احیاء، ۳: ۳۲
- (۹) غزالی، الرسالہ اللدنیہ، ص ۷۔ نیز کیمیائے سعادت، ص ۵۰۳، در العقود اللآئی من رسائل الامام الغزالی، المطبعہ المحمودیہ التجاریہ، القاہرہ
- (۱۰) نفس کی تعریف کے لئے دیکھئے قشیری، الرسالہ، ص ۵۷، محمد علی صبیح و اولادہ، قاہرہ، ۱۳۶۷ھ
- (۱۱) غزالی، معارج القدس، ص ۱۰، طبع فرج اللہ الکردی، القاہرہ، ۱۳۲۷ھ
- (۱۲) غزالی، الاحیاء، ۳: ۲
- (۱۳) غزالی، معراج السالکین، ص ۱۳، در فوائد اللآئی، طبع فرج اللہ الکردی، القاہرہ، ۱۳۳۳ھ
- (۱۴) غزالی، الرسالہ اللدنیہ، ص ۲۳، در العقود اللآئی و الاحیاء، ۲: ۵۲
- (۱۵) غزالی، الاحیاء، ۳: ۳، و معراج السالکین، ص ۱۷۴
- (۱۶) غزالی، کیمیائے سعادت، ص ۵۱۰
- (۱۷) غزالی، معراج السالکین، ص ۲۵
- (۱۸) غزالی، مقاصد الفلاسفہ، ص ۲۷۶، دار المعارف، مصر، ۱۹۶۱ء
- (۱۹) غزالی، معراج السالکین، ص ۲۳
- (۲۰) دیکھئے مثلاً: ابن قیم، کتاب الروح، ص ۲۱-۲۱۸، طبع محمد علی، القاہرہ، ۱۳۶۹ھ
- (۲۱) غزالی، المعارج، ص ۱۱۳، ۱۱۵
- (۲۲) غزالی، الرسالہ اللدنیہ، ص ۲۵، ۹، نیز المعارج، ۲۰، ۲۱، ۳۳
- (۲۳) غزالی، المعارج، ص ۱۲۸-۱۳۱، معراج السالکین، ص ۳۷
- (۲۴) آل عمران، ۳: ۱۶۹

- (۲۶) البقرہ ۲: ۱۵۴  
 (۲۷) تفتق علیہ  
 (۲۸) الاحیاء ۳: ۱۱۱  
 (۲۹) الاحیاء ۳: ۱۰، ۱۱، ۱۵  
 (۳۰) الاحیاء ۳: ۲۸۹، ۲۹۱  
 (۳۱) آل عمران ۳: ۱۳  
 (۳۲) الحدید ۵۷: ۲۰  
 (۳۳) محمد ۴۷: ۳۶  
 (۳۴) التازعات ۷۹: ۴۰  
 (۳۵) غزالی، الاحیاء ۳: ۲۱۳، ۲۱۷، ۲۲۶، ۲۲۲  
 (۳۶) غزالی، الاحیاء ۳: ۲۹  
 (۳۷) غزالی، الاحیاء ۳: ۵۵  
 (۳۸) غزالی، الکیسیا، ص ۵۰۳  
 (۳۹) غزالی، المعارج ۳: ۶۵  
 (۴۰) غزالی، الاحیاء ۳: ۱۵  
 (۴۱) غزالی، الاحیاء ۳: ۱۶۵، ۱۶۳  
 (۴۲) غزالی، الاحیاء ۳: ۱۶۳، ۱۶۴  
 (۴۲) غزالی، میزان العمل، فرج اللہ الکردی، القاہرہ، ۱۳۲۸ھ: ۱۳۲  
 (۴۳) غزالی، الاحیاء ۳: ۱۶۲  
 (۴۵) غزالی، الاحیاء ۳: ۳۳۳، ۱۰۹  
 (۴۶) غزالی، الاحیاء ۳: ۱۵۴  
 (۴۷) غزالی، الاحیاء ۳: ۱۶۹  
 (۴۸) غزالی، الاحیاء ۳: ۱۷۰

عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ :

**خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ**

”تم میں بہترین وہ ہے جس نے خود قرآن سیکھا اور اسے دوسروں کو سکھایا“

# دینِ ابراہیمؑ اور ریاستِ اسرائیل (۶)

تالیف: عمران ابن حسین — اردو ترجمہ: سید افتخار احمد

## باب پنجم

### محمدؐ اور ابراہیمؑ کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کا) میثاق — قرآنی نظریہ

جب ابراہیمؑ نے مکہ میں اللہ تعالیٰ کے گھر کعبہ کی تعمیر اپنے بیٹے اسمعیلؑ کی مدد سے مکمل کر لی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کی کہ وہ ان (ابراہیمؑ کے خاندان کے اس حصہ میں سے جو وہ مکہ میں چھوڑ کر جا رہے ہیں) یعنی ان کے بیٹے اسمعیلؑ کی اولاد سے) ایک پیغمبر مبعوث فرمائے۔ چنانچہ محمدؐ کا تعلق ابراہیمؑ سے منفرد نوعیت کا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تعلق رکھنے والا کوئی اور پیغمبر اس منفرد انداز سے مشرف نہیں ہوا۔ یعنی ابراہیمؑ نے ایک بیٹے کے لئے دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں اسمعیلؑ انہیں عطا کر دیا:

﴿ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۝ ﴾

(الصُّفَّت ۳۷ : ۱۰۱۰۰)

”اے رب! بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا۔ پھر خوشخبری دی ہم نے اس کو ایک بیٹے (اسمعیلؑ) کی جو ہو گا تحمل والا۔“

دوسری دفعہ ابراہیمؑ نے اپنے خاندان کے اس حصہ میں سے جسے وہ مکہ میں چھوڑ کر جا رہے تھے (اپنے بیٹے اسمعیلؑ کو) ایک پیغمبر کے لئے دُعا کی:

﴿ رَبَّنَا وَإِنَّا بُعِثْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْنَهُمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۗ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ﴾

(البقرة ۲ : ۱۲۹)

”اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرما، جو ان پر تیری آیتیں (وحی) پڑھے، ان کو کتاب اور حکمت سکھائے، اور ان کو پاک کرے۔ بے شک تو ہی بہت زبردست، بڑی حکمت والا ہے۔“